معاشرے کی اصلاح و بگاڑ پر مالی رویوں کے اثرات

(تیسری قسط)

مولانا محمد طفیل کوہاٹی
مدیر ندوۃ التحقیق الاسلامی، کوہاٹ

معاشرتی اصلاح میں میراث کا کردار

انفاق کے ذریعے معاشرتی اصلاح کا تیسرا طریقہ ''تقسیمِ میراث'' کا قانون ہے۔ اسلام کا نظامِ وراثت مالی طور پر معاشرے کے استحکام، تکافلِ باہمی اور معاشی انصاف میں ایک بنیادی امتیاز رکھتا ہے۔ وراثت کی مرتکز تقسیم سے جو معاشرتی فسادات جنم لیتے ہیں اور جو معاشی ناہمواری پیدا ہوتی ہے وہ اہلِ نظر پر واضح ہے۔ یورپ میں عام طور پر سب سے بڑے بیٹے کی جانشینی کا طریقہ رائج ہے جس میں سارا ترکہ بڑے بیٹے کو مل جاتا ہے اور باقی سب محروم رہ جاتے ہیں۔ بعض مقامات پر اگر مرنے والا چاہے تو کسی دوسرے شخص کے نام اپنے سارے ترکے کی وصیت کرسکتا ہے، یوں اسے مذکر اولاد کو بھی محروم کرنے کا حق ہے، اس طریقہ سے دولت سمٹتی چلی جاتی ہے اور متعدد معاشی خرابیاں جنم لیتی ہیں۔

اسلام نے تقسیمِ وراثت کا ایسا نظام بنایا ہے کہ تمام معاشی خرابیوں کا انسداد ہو جاتا ہے اور مرد، عورت اور بچوں کو ان کی معاشی ذمہ داریوں کے بقدر بھرپور حصہ مل جاتا ہے۔ اگر اس کو سوسائٹی میں عام طور پر رواج دے دیا جائے اور اس اہم قرآنی حکم کا معاشرتی سطح پر احیا ہو تو نہ اس سے سرمایہ دارانہ مزاج کی پذیرائی ہوگی اور نہ ہی افراد و اشخاص کے درمیان افلاس و فاقہ مستی کو فروغ ملے گا، کیونکہ یہ ایک ایسا نظام ہے جس سے مال و دولت ہر وقت گردش میں رہتی اور ایک ہاتھ سے نکل کر دوسرے ہاتھ میں پہنچتے رہنے کی وجہ سے کم و بیش ہر فرد کو فائدہ بخشتی رہتی ہے۔ معاشی کفالت میں اسلامی میراث کی چند خصوصیات یہ ہیں، جو معاشرے کی مالی اصلاح اور لوگوں کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے میں ممد و معاون بنتی ہیں۔

۱:- اسلام نے عورت کو بھی میراث میں شریک ٹھہرایا ہے۔

۲:- چھوٹی بڑی اولاد کے حصص میں کوئی فرق نہیں برتا۔
۳:- کسی وارث کے لیے اپنے حصۂ میراث کے علاوہ وصیتِ مال کی ممانعت کر دی ہے۔
۴:- مرنے والے کے لیے کسی وارث کو عاق کرنے کا اختیار نہیں دیا گیا۔
۵:- اپنے ورثاء کے علاوہ ایک ثُلث ترکے کے بقدر معاشرے کے دیگر طبقات کے لیے بھی وصیت کرنے کی اجازت دی ہے۔ (اسلام کا نظامِ تقسیمِ دولت: ۲۲)

معاشرے کی اصلاح میں نظامِ کفالت کا کردار

معاشرے کی اصلاح میں انفاق کے چوتھے طریقے کو ''نظامِ کفالت'' کہا جاتا ہے۔ اس کا مفہوم کسی کے نان نفقہ، مالی حوائج اور ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے ذمہ لینا ہے۔ اسلام نے اپنے پیروؤں پر حاجت مند طبقات کی کفالت لازمی وضروری قرار دی ہے۔ اس سلسلے میں ایک طائرانہ جائزے سے چار طبقات سامنے آتے ہیں جن کی کفالت کا حکم دیا گیا ہے۔

۱:- بعض افراد کے نان نفقہ، رہائش وپوشاک اور دیگر مالی حاجات کی کفالت شرعاً واجب ہے۔ اس دائرے میں آدمی کی بیوی، نابالغ بچے اور بوڑھے والدین شامل ہیں۔ آدمی پر لازم ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال اور بوڑھے والدین کی بنیادی معاشی ضروریات یعنی خوراک، پوشاک، رہائش اور علاج اپنی مالی استطاعت اور حیثیت کے مطابق مناسب اور معروف طریقے سے مہیا کرتا رہے۔

۲:- دوسرے درجے کے مستحقینِ کفالت وہ لوگ ہیں جن کا استحقاق مذکورہ بالا افراد سے کم ہو۔ اس دائرے میں محتاج بہن بھائی یا ان کی محتاج اولاد، چچا، ماموں اور خالائیں وغیرہ داخل ہیں۔ بشرطِ استطاعتِ مالی ان کی نگہداشت بھی ایک ضروری فریضہ ہے۔

۳:- تیسرے درجہ میں وہ عام اعزہ داخل ہیں جنھیں ذی رحم محرم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر ایسے رشتہ دار محتاج ہوں یا نابالغ ہوں یا مفلس ہوں یا اپاہج ومعذور ہوں یا طالب علم ہوں یا جہل و بیوقوفی وغیرہ اعذار کی وجہ سے کمانے پر قادر نہ ہوں تو بشرطِ استطاعتِ مالی ان کی کفالت بھی شرعی ذمہ داری ہے، اگر مال دار شخص ان لوگوں پر خرچ نہ کرے تو اس کو خرچ کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

۴:- چوتھے درجہ میں عام اہلِ مذہب واہلِ وطن داخل ہیں۔ اگر ان میں کوئی مالی کہتری کا شکار ہو جائے اور تہی دستی وقلاشی کے باعث اپنی مالی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو مال داروں کی ذمہ داری ہے کہ ایسے افراد کی معاشی کفالت کا بندوبست کریں۔

علامہ یوسف قرضاوی لکھتے ہیں: ''اسلام نے دولت مند رشتہ داروں پر نان نفقہ واجب قرار دے کر معاشرتی تحفظ کی بنیاد رکھی ہے، اسلام نے اسے مستحب قرار نہیں دیا، بلکہ ایک ایسا حق کہا ہے

جس کے ادا کرنے کا حکم خود ذاتِ باری تعالیٰ نے دیا ہے۔ اسلامی کفالت کے یہ احکام نہ قدیم شریعتوں میں کہیں ملتے ہیں اور نہ آج کے جدید قوانین میں اس کا خیال پایا جاتا ہے۔ اسلام نے غریب وتنگ دست مسلمان کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنے امیر وخوش حال رشتہ داروں پر نان نفقے کا دعویٰ دائر کرسکتا ہے، یہ وہ حق ہے جسے ہم اسلامی معاشرے میں ایک معمولی اور قدرتی بات سمجھتے ہیں، کیونکہ ہم نے اسے دین ہونے کی حیثیت سے جانا ہے، لیکن غیر مسلموں کے لیے یہ بات انتہائی حیرت انگیز اور باعثِ تعجب ہوسکتی ہے۔'' (مشکلات الفقر وکیف عالجھا الاسلام: ۲۳،۲۴)

کفالت کے ابواب کے ذیل میں اسلام نے مہمان کی کفالت کا حکم بھی بڑی تاکید سے ذکر کیا ہے۔ ابوداؤد کی روایت ہے کہ: ''جو شخص اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ اپنے مہمانوں کی مہمان نوازی کرے، ایک شب وروز کا انعام واکرام اور سہ روزہ ضیافت۔'' (ابوداؤد)

علامہ ابن حزمؒ کہتے ہیں: ''ضیافت شہری اور دیہاتی، تعلیم یافتہ اور جاہل ہر ایک پر فرض ہے، جس میں ایک روز خصوصیت کے ساتھ اور تحفہ کے ساتھ اور تین دن محض ضیافت اور اس سے زائد فرض نہیں۔'' (المحلیٰ لابن حزم، ج:۹،ص:۱۷۴)

اسلامی معاشرے میں معاشی ضروریات کی تکمیل کے لیے مسلمانوں نے اس فرض کو بڑی فراخ دلی سے ادا کیا۔ اسلام کا یہ حکم ہوٹلوں، آرام گاہوں، سفر کی تیز رفتاری اور اس کی جملہ سہولتوں اور رسل و رسائل کی دیگر آسانیوں کے وجود میں آنے سے پہلے کا ہے کہ یہ تمام سہولتیں اور تمدنی آسانیاں ابن السبیل کی وضع اور کیفیت کو کم کردیتی ہیں، لیکن اگر آج بھی قرونِ اُولیٰ کی طرح اس حکم کا بھرپور احیاء اور معاشرتی رواج ہو تو اس سے معاشرے کی معاشی اصلاح پر دوررس اثرات مرتب ہوسکتے ہیں۔

غرض باہمی کفالت کا اسلامی نظام کوئی ایسی شے نہیں کہ کسی وقتی ضرورت کے تحت کوئی امدادی کارروائی عمل میں آگئی، بلکہ یہ مستقل اور ہمہ گیر نظام ہے جس میں تمام افراد ایک دوسرے کی خبرگیری، تعاون اور افادیت کے ذمہ دار ہیں اور وجدان اور عمل ہر اعتبار سے اس فرض کے پورا کرنے کے پابند ہیں، اس رفاہیت کا تعلق جہاں معاشرے کی اجتماعی بھلائی، امن وسکون اور خوشی وراحت سے ہے، وہاں فرد کی ذاتی زندگی سے بھی ہے، کیونکہ اس کے بھائی کو جو بھی فوائد حاصل ہوں گے اور جن نقصانات کا اسے سامنا ہوگا، بالآخر یہ بھی ان سے متاثر ہوگا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: ''اللہ تعالیٰ نے مال داروں کے اموال پر فقراء کی کفالت کے بقدر لازم کیا ہے، اگر فقیر بھوکے ننگے اور زحمت میں ہوں اور اغنیاء ان کو نہ دیں تو اللہ تعالیٰ ضرور قیامت کے دن ان سے حساب لے گا اور ان کو عذاب دے گا۔'' (کتاب الاموال لابی عبیدؒ: ۵۶۵)

علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں: ''ہر شہر کے اغنیاء پر اپنے شہر کے فقراء کی کفالت فرض ہے اور

حکومت انہیں مجبور کرسکتی ہے۔ اگر فقراء کو زکوٰۃ کافی نہ ہو تو اغنیاء پر لازم ہوگا کہ انہیں گرمی سردی کا لباس فراہم کریں، مناسب غذا دیں اور بارش، گرمی اور سردی سے تحفظ کے لیے ان کی رہائش کا ایسا بندوبست کریں کہ گزرنے والوں کی ان پر نگاہ نہ پڑے۔'' (اسلام اور دولت وثروت:۲۶۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فی کس ماہانہ غذا کی مقدار معلوم کی اور تیس آدمیوں کو بلاکر صبح وشام سیر ہوکر کھلایا، جن پر دو جریب غلہ صرف ہوا، اسی سے آپ نے اندازہ لگایا کہ ایک شخص ایک ماہ میں دو جریب غلہ کھاتا ہے، لہٰذا آپ نے ایک فرد کی کفالت کے لیے دو جریب غلہ مقرر فرمایا۔'' (کتاب الاموال:۲۴۷)

انسانیت کی پوری تاریخ میں کفالتِ باہمی کا ایسا نظام نہیں دیکھا گیا جو اسلام نے دیا، اسلام نے مال داروں کو یہ شعور بخشا ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے، جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

''لَیْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ أٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْأٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَأٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَأٰتَی الزَّکٰوۃَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ إِذَا عٰھَدُوْا وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَأْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَأْسِ أُوْلٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَأُوْلٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ.'' (البقرۃ:۱۷۷)

ترجمہ: ''نیکی کچھ یہی نہیں کہ منہ کرو اپنا مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف، لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر اور دے مال اس کی محبت پر رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور قائم رکھے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب عہد کریں اور صبر کرنے والے سختی میں اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت۔ یہی لوگ سچے اور یہی ہیں پرہیزگار۔''

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ: ''وَأٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ '' کا مقصود زکوٰۃ سے جدا ہے۔ وہ اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی کوئی حق ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے اور پھر آپ نے مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔'' (تفسیر قرطبی، ج:۲،ص:۲۴۱)

فقہاء نے اس حق کی وضاحت کی ہے کہ جب اُمت پر کوئی ایسی ضرورت آجائے جو خزانہ عام سے پوری نہ ہوسکتی ہو، مثلاً: جنگ، قحط سالی، وبا اور سیلاب وغیرہ تو اُمت کے مال داروں پر ایسے وقت میں عام رعایا اور مملکت کے مصالح کے لیے کفالت کا بوجھ پڑے گا۔ (تفسیر قرطبی، ج:۲،ص:۲۴۲)

اسلام کے ان سنہرے اصولوں سے اس دور میں بھی بھرپور رہنمائی ملتی ہے، جب خزانہ عام

سے غرباء کی کفالت تو درکنار، انہیں ٹیکسوں کے بھاری بھرکم بوجھ تلے داب دیا گیا ہو اور وہ زندگی کی بنیادی اور لازمی ضرورتوں کے لیے ترس رہے ہوں تو اسلام کا نظامِ کفالت ہی خبر گیری اور دادرسی کا وہ بہترین منہاج ثابت ہوسکتا ہے جو معاشرے میں معاشی ناہمواریوں اور اس کے نتیجے میں برپا فساد و بگاڑ کا بخوبی ازالہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر اہلِ اسلام اس طریقے سے کام لیتے ہیں تو معاشرے میں غربت کے خاتمے، امن وسکون اور عدل ومساوات کی بالادستی کا سنہرا دور پھر سے دیکھا جاسکتا ہے۔

کفارات اور معاشرہ کی معاشی اصلاح

معاشرے میں معاشی اصلاح کے لیے انفاق کا پانچواں طریقہ ''کفارات'' ہیں۔ اسلام نے معاشرے کے کمزور افراد تک دولت کی رسائی کا یہ ایک مستقل ذریعہ مقرر کیا ہے، کوئی شخص بلاعذر رمضان کا روزہ توڑ دے، کسی مسلمان کو بغیر قصد کے قتل کردے، اپنی بیوی سے ظہار یا ایلا کرلے، قسم کھا کر اسے توڑ دے، حاجی ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کرلے تو بعض صورتوں میں لازمی اور بعض صورتوں میں اختیاری طور پر اسے حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے مال کا مخصوص حصہ ناداروں پر خرچ کرے۔ یہ نقد روپیہ کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے اور کھانے اور کپڑے کی صورت میں بھی۔ کفارات کے نظام سے غرباء کو معاشی سہارے کا ایک مضبوط اور مسلسل ذریعہ بہم پہنچایا گیا ہے، جن سے مالی ضروریات کی تکمیل میں بھرپور مدد ملتی ہے۔

(جاری ہے)